وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بدترین عذاب کرتے تھے' جو تمہارے لڑکوں کو مار ڈالتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو چھوڑ دیتے تھے اس نجات دینے میں تمہارے رب کی بڑی مہربانی تھی O اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا چیر دیا اور تمہیں اس سے پار کر دیا اور فرعونیوں کو تمہاری نظروں کے سامنے اس میں ڈبو دیا O

احسانات کی یاد دہانی: ☆☆ (آیت:۴۹-۵۰) ان آیتوں میں فرمان باری ہے کہ اے اولاد یعقوبؑ میری اس مہربانی کو بھی یاد رکھو کہ میں نے تمہیں فرعون کے بدترین عذابوں سے چھٹکارا دیا' فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ بھڑکی جو مصر کے ہر ہر قبطی کے گھر میں گھس گئی اور بنی اسرائیل کے مکانات میں وہ نہیں گئی جس کی تعبیر یہ تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں اس کا غرور ٹوٹے گا اس کے خدائی دعویٰ کی بدترین سزا اسے ملے گی۔ اس لئے اس ملعون نے چاروں طرف احکام جاری کر دیئے کہ بنی اسرائیل میں جو بچہ بھی پیدا ہو' سرکاری طور سے اس کی دیکھ بھال رکھی جائے۔ اگر لڑکا ہو تو فوراً مار ڈالا جائے اور لڑکی ہو تو چھوڑ دی جائے علاوہ ازیں بنی اسرائیل سے سخت بیگار لی جائے۔ ہر طرح کی مشقت کے کاموں کا بوجھ ان پر ڈال دیا جائے۔

یہاں پر عذاب کی تفسیر لڑکوں کے مار ڈالنے سے کی گئی اور سورۂ ابراہیم میں ایک کا دوسری پر عطف ڈالا جس کی پوری تشریح ان شاء اللہ سورۂ قصص کے شروع میں بیان ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مضبوطی دے۔ ہماری مدد فرمائے اور تائید کرے آمین۔ یَسُوْمُوْنَکُمْ کے معنی مسلسل اور کرنے کے آتے ہیں یعنی وہ برابر دکھ دیئے جاتے تھے۔ چونکہ اس آیت میں پہلے یہ فرمایا تھا کہ میری انعام کی ہوئی نعمت کو یاد کرو اس لئے فرعون کے عذاب کی تفسیر کو لڑکوں کے قتل کرنے کے طور پر بیان فرمایا اور سورۂ ابراہیمؑ کے شروع میں فرمایا تھا کہ تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو' اس لئے وہاں عطف کے ساتھ بیان فرمایا تا کہ نعمتوں کی تعداد زیادہ ہو۔ یعنی متفرق عذابوں سے اور بچوں کے قتل ہونے سے تمہیں حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں نجات دلوائی۔ مصر کے جتنے بادشاہ عمالیق وغیرہ کفار میں سے ہوئے تھے' ان سب کو فرعون کہا جاتا تھا جیسے کہ روم کے کافر بادشاہ کو قیصر اور فارس کے کافر بادشاہ کو کسریٰ اور یمن کے کافر بادشاہ کو تبع اور حبشہ کے کافر بادشاہ کو نجاشی اور ہند کے کافر بادشاہ کو بطلیموس۔ اس فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ بعض نے مصعب بن ریان بھی کہا ہے۔ عملیق بن اود بن ارم بن سام بن نوحؑ کی اولاد میں سے تھا۔ اس کی کنیت ابو مرہ تھی۔ اصل میں اصطخر کے فارسیوں کی نسل میں تھا۔ اللہ کی پھٹکار اور لعنت اس پر نازل ہو۔

پھر فرمایا کہ اس نجات دینے میں ہماری طرف سے ایک بڑی بھاری نعمت تھی بَلَآءٌ کے اصلی معنی آزمائش کے ہیں لیکن یہاں پر حضرت ابن عباسؓ' حضرت مجاہدؒ' ابو العالیہؒ' ابو مالکؒ' سدیؒ وغیرہ سے نعمت کے معنی منقول ہیں۔ امتحان اور آزمائش' بھلائی برائی دونوں کے ساتھ ہوتی ہے لیکن بلوتہ بلاء کا لفظ عموماً برائی کی آزمائش کے لئے اور اَبْلَیْتُهٗ اِبْلَاءً وَّبَلَاءً کا لفظ بھلائی کے ساتھ کی آزمائش کے لئے آتا ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ اس میں تمہاری آزمائش یعنی عذاب میں اور اس بچوں کے قتل ہونے میں تھی۔ قرطبیؒ اس دوسرے مطلب کو جمہور کا قول کہتے ہیں تو اس میں اشارہ ذبح وغیرہ کی طرف ہوگا اور بلاء کے معنی برائی کے ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے فرعون سے بچا لیا۔ تم موسیٰ

ؑ کے ساتھ شہر سے نکلے اور فرعون تمہیں پکڑنے کو نکلا تو ہم نے تمہارے لئے پانی کو پھاڑ دیا اور تمہیں اس میں سے پار اتار کر تمہارے سامنے فرعون کو اس کے لشکر سمیت ڈبو دیا۔ ان سب باتوں کا تفصیل وار بیان سورۂ شعراء میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

عمرو بن میمونؒ اودی فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر نکلے اور فرعون کو خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ جب مرغ بولے تب سب نکلو اور سب کو پکڑ کر قتل کر ڈالو لیکن اس رات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے صبح تک کوئی مرغ نہ بولا۔ مرغ کی آواز سنتے ہی فرعون نے ایک بکری ذبح کی اور کہا کہ اس کی کلیجی سے میں فارغ ہوں۔ اس سے پہلے چھ لاکھ قبطیوں کا لشکر جرار میرے پاس حاضر ہو جانا چاہئے چنانچہ حاضر ہو گیا اور یہ ملعون اتنی بڑی جمعیت کو لے کر بنی اسرائیل کی ہلاکت کے لئے بڑے کروفر سے نکلا اور دریا کے کنارے انہیں پالیا۔ اب بنی اسرائیل پر دنیا تنگ ہو گئی۔ پیچھے ہٹیں تو فرعونیوں کی تلواروں کی بھینٹ چڑھیں۔ آگے بڑھیں تو مچھلیوں کا لقمہ بنیں۔ اس وقت حضرت یوشع بن نونؑ نے کہا کہ اے اللہ کے نبی اب کیا کیا جائے؟ آپؑ نے فرمایا' حکم الٰہی ہمارا راہنما ہے' یہ سنتے ہی انہوں نے اپنا گھوڑا پانی میں ڈال دیا لیکن گہرے پانی میں جب غوطے کھانے لگا تو پھر کنارے کی طرف لوٹ آئے اور پوچھا اے موسیٰ رب کی مدد کہاں ہے؟ ہم نہ آپ کو جھوٹا جانتے ہیں' نہ رب کو' تین مرتبہ ایسا ہی کہا۔ اب حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی آئی کہ اپنا عصا دریا پر مارو' عصا مارتے ہی پانی نے راستہ دے دیا اور پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا۔ حضرت موسیٰؑ اور آپ کے ماننے والے ان راستوں سے گذر گئے' انہیں اس طرح پار اترتے دیکھ کر فرعون اور فرعونی افواج نے بھی اپنے گھوڑے اسی راستہ پر ڈال دیئے۔ جب تمام کے تمام اس میں داخل ہو گئے تو پانی کو مل جانے کا حکم ہوا' پانی کے ملتے ہی تمام کے تمام ڈوب مرے۔ بنی اسرائیل نے قدرت الٰہی کا یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھا جس سے وہ بہت ہی خوش ہوئے۔ اپنی آزادی اور فرعون کی بربادی ان کے لئے خوشی کا سبب بنی۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ دن عاشورے کا تھا یعنی محرم کی دسویں تاریخ۔

مسند احمد میں حدیث ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ شریف میں تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی عاشورے کا روزہ رکھتے ہیں' پوچھا کہ تم اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا اس لئے کہ اس مبارک دن میں بنی اسرائیل نے فرعون کے ظلم سے نجات پائی اور ان کا دشمن غرق ہوا جس کے شکریہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ روزہ رکھا۔ آپ نے فرمایا' تم سے بہت زیادہ حقدار موسیٰ علیہ السلام کا میں ہوں' پس حضورؐ نے خود بھی اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ بخاری' مسلم' نسائی' ابن ماجہ وغیرہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ ایک اور ضعیف حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے سمندر کو پھاڑ دیا تھا۔ اس حدیث کے راوی زید العمی ضعیف ہیں اور ان کے استاد یزید رقاشی ان سے بھی زیادہ ضعیف ہیں۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

ہم نے (حضرت) موسیٰؑ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا۔ پھر تم نے اس کے بعد بچھڑا پوجنا شروع کر دیا اور ظالم بن گئے ○ لیکن ہم نے باوجود اس کے پھر بھی تمہیں

معاف کر دیا۔ تاکہ تم شکر کرو ○ اور ہم نے (حضرت) موسیٰ کو تمہاری ہدایت کے لئے کتاب اور معجزے عطا فرمائے ○

چالیس دن کا وعدہ: ☆☆ (آیت: ۵۱-۵۳) یہاں بھی اللہ برتر و اعلیٰ اپنے احسانات یاد دلا رہا ہے جب کہ تمہارے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن کے وعدے پر تمہارے پاس سے گئے اور اس کے بعد تم نے گئو سالہ پرستی شروع کر دی۔ پھر ان کے آنے پر جب تم نے اس شرک سے توبہ کی تو ہم نے تمہارے اتنے بڑے کفر کو بخش دیا اور قرآن میں ہے وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ یعنی ہم نے حضرت موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور دس بڑھا کر پوری چالیس راتوں کا کیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وعدے کا زمانہ ذوالقعدہ کا پورا مہینہ اور دس دن ذوالحجہ کے تھے۔ یہ واقعہ فرعونیوں سے نجات پا کر دریا سے بچ کر نکل جانے کے بعد پیش آیا تھا۔ کتاب سے مراد توراۃ ہے اور فرقان ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو حق و باطل ہدایت و ضلالت میں فرق کرے یہ کتاب بھی اس واقعہ کے بعد ملی جیسے کہ سورۂ اعراف کے اس واقعہ کے طرز بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ دوسری جگہ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی بھی آیا ہے یعنی ہم نے اگلے لوگوں کو ہلاک کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ کتاب دی جو سب لوگوں کے لئے بصیرت افزا اور ہدایت و رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ واؤ زائد ہے اور خود کتاب کو فرقان کہا گیا ہے لیکن یہ غریب ہے۔ بعض نے کہا ہے "کتاب" پر "فرقان" کا عطف ہے یعنی کتاب بھی دی اور معجزہ بھی دیا۔ دراصل معنی کے اعتبار سے دونوں کا مفاد ایک ہی ہے اور ایسی ایک چیز دو ناموں سے بطور عطف کے کلام عرب میں آیا کرتی ہے۔ شعراء عرب کے بہت سے اشعار اس کے شاہد ہیں۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَیْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۴﴾

جب (حضرت) موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم بچھڑے کو معبود بنا کر تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اب تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو اور اپنے آپس میں قتل کرو۔ تمہاری بہتری اللہ کے نزدیک اسی میں ہے۔ وہ تمہاری توبہ قبول کرے گا۔ وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم و کرم کرنے والا ہے ○

سخت ترین سزا: ☆☆ (آیت: ۵۴) یہاں ان کی توبہ کا طریقہ بیان ہو رہا ہے۔ انہوں نے بچھڑے کو پوجا اور اس کی محبت نے ان کے دلوں کو گھیر لیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سمجھانے سے ہوش آیا اور نادم ہوئے اور اپنی گمراہی کا یقین کر کے توبہ استغفار کرنے لگے۔ تب انہیں حکم ہوا کہ تم آپس میں قتل کرو۔ چنانچہ انہوں نے یہی کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور قاتل و مقتول دونوں کو بخش دیا۔ اس کا پورا بیان سورۂ طٰہٰ کی تفسیر میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان کہ اپنے خالق سے توبہ کرو بتلا رہا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہو گا کہ تمہیں پیدا اللہ تعالیٰ کرے اور تم پوجو غیروں کو۔ ایک روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں حکم الٰہی سنایا اور جن جن لوگوں نے بچھڑا پوجا تھا انہیں بٹھا دیا اور دوسرے لوگ کھڑے ہو گئے اور قتل کرنا شروع کیا۔ قدرتی طور پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ جب وہ ہٹا اور انہیں روک دیا گیا تو شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ ستر ہزار آدمی قتل ہو چکے ہیں اور ساری قوم کی توبہ قبول ہوئی۔ یہ ایک سخت فرمان تھا جسے ان لوگوں نے پورا کیا اور اپنوں اور غیروں کو یکساں تہ تیغ کیا یہاں تک کہ رحمت الٰہی نے انہیں بخشا اور موسیٰ علیہ السلام سے فرما دیا کہ اب بس کرو۔ مقتول کو شہید کا اجر دیا۔ قاتل کی اور باقی ماندہ تمام لوگوں کی توبہ قبول فرمائی اور انہیں جہاد کا ثواب دیا۔

موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارونؑ نے جب اسی طرح اپنی قوم کا قتل دیکھا تو دعا کرنی شروع کی کہ اللہ یا اب تو بنی اسرائیل مٹ جائیں گے چنانچہ انہیں معاف فرما دیا گیا اور پروردگار عالم نے فرمایا کہ اے میرے پیغمبر' مقتولوں کا غم نہ کرو۔ وہ ہمارے پاس شہیدوں کے درجہ میں ہیں' وہ یہاں زندہ ہیں اور روزیاں پا رہے ہیں۔ اب آپ کو اور آپ کی قوم کو صبر آیا اور عورتوں اور بچوں کی گریہ وزاری موقوف ہوئی۔ تلوار' نیزے' چھرے اور چھریاں چلنی بند ہوئیں۔ آپس میں باپ بیٹوں بھائیوں بھائیوں میں قتل وخون موقوف ہوا اور اللہ تواب ورحیم نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يَٰمُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى ٱللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ ٱلصَّٰعِقَةُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴿٥٥﴾ ثُمَّ بَعَثْنَٰكُم مِّنۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٦﴾

(تم اسے بھی یاد کرو کہ) تم نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ جب تک ہم اپنے رب کو سامنے نہ دیکھ لیں ہرگز ایمان نہ لائیں گے ○ (جس گستاخی کی سزا میں) تم پر تمہارے دیکھتے ہوئے بجلی گری۔ لیکن پھر اس لئے کہ تم شکر گزاری کرو۔ اس موت کے بعد بھی ہم نے تمہیں زندہ کر دیا○

ہم بھی اللہ عزوجل کو خود دیکھیں گے: ☆☆ (آیت: ۵۵-۵۶) موسیٰ علیہ السلام جب اپنے ساتھ بنی اسرائیل کے ستر شخصوں کو لے کر اللہ کے وعدے کے مطابق کوہ طور پر گئے اور ان لوگوں نے کلام الٰہی سنا تو حضرت موسیٰ سے کہنے لگے ہم تو جب مانیں جب اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ لیں۔ اس گستاخانہ سوال پر ان پر آسمان سے ان کے دیکھتے ہوئے بجلی گری اور ایک سخت ہولناک آواز ہوئی جس سے سب کے سب مر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر گریہ وزاری کرنے لگے اور رو رو کر جناب باری میں عرض کرنے لگے کہ یا اللہ بنی اسرائیل کو میں کیا جواب دوں گا۔ یہ جماعت تو ان کے سرداروں اور بہترین لوگوں کی تھی پروردگار اگر یہی چاہت تھی تو انہیں اور مجھے اس سے پہلے ہی مار ڈالتا۔ اللہ یا بیوقوفوں کی بیوقوفی کے کام پر ہمیں نہ پکڑ۔ یہ دعا مقبول ہوئی اور آپ کو معلوم کرایا گیا کہ یہ بھی دراصل بچھڑا پوجنے والوں میں سے تھے۔ انہیں سزا مل گئی۔ پھر انہیں زندہ کر دیا اور ایک کے بعد ایک کر کے سب زندہ کئے گئے۔ ایک دوسرے کے زندہ ہونے کو ایک دوسرا دیکھتا رہا۔

محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس آئے اور انہیں بچھڑا پوجتے ہوئے دیکھا اور اپنے بھائی کو اور سامری کو تنبیہ کی' بچھڑے کو جلا دیا اور اس کی راکھ دریا میں بہا دی' اس کے بعد ان میں سے بہترین لوگوں کو چن کر اپنے ساتھ لیا جن کی تعداد ستر تھی اور کوہ طور پر توبہ کرنے کے لئے چلے۔ ان سے کہا کہ تم توبہ کرو اور نہ روزہ رکھو' پاک صاف ہو جاؤ' کپڑوں کو پاک کر لو جب بحکم رب ذوالجلال طور سینا پر پہنچے تو ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے پیغمبر اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اپنا کلام ہمیں بھی سنائے جب موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کے پاس پہنچے تو ایک بادل نے آ کر سارے پہاڑ کو ڈھک لیا اور آپ اسی کے اندر اندر اللہ کے قریب ہو گئے جب کلام اللہ شروع ہوا تب موسیٰ علیہ السلام کی پیشانی نور سے چمکنے لگی اس طرح کہ کوئی اس طرف نظر اٹھانے کی تاب نہیں رکھتا تھا۔ بادل کی اوٹ ہو گئی اور سب لوگ سجدے میں گر پڑے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آپ کے ساتھی بنی اسرائیل بھی اللہ کا کلام سننے لگے کہ انہیں حکم احکام ہو رہے ہیں۔ جب کلام الہ العالمین ختم ہوا' بادل چھٹ گیا اور موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس چلے آئے تو یہ لوگ کہنے لگے' موسیٰ ہم تو ایمان نہ لائیں گے جب تک اپنے رب کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں۔ اس گستاخی پر ایک زلزلہ آیا اور سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

اب موسیٰ علیہ السلام نے خلوص دل کے ساتھ دعائیں شروع کیں اور کہنے لگے اس سے تو یہی اچھا تھا کہ ہم سب اس سے پہلے ہی

ہلاک ہو جاتے - بیوقوفوں کے کاموں پر ہمیں ہلاک نہ کر' یہ لوگ ان کے چیدہ اور پسندیدہ لوگ تھے - جب میں تنہا بنی اسرائیل کے پاس جاؤں گا تو انہیں کیا جواب دوں گا کون میری اس بات کو سچا سمجھے گا اور پھر اس کے بعد کون مجھ پر ایمان لائے گا؟ اللہ ہماری توبہ ہے - تو قبول فرما اور ہم پر فضل و کرم کر - حضرت موسیٰ علیہ السلام یونہی خشوع و خضوع سے دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ پروردگار نے ان کی اس دعا کو قبول فرمایا اور ان مردوں کو زندہ کر دیا - اب سب نے یک زبان ہو کر بنی اسرائیل کی طرف سے توبہ شروع کی - ان سے فرمایا گیا کہ جب تک یہ اپنی جانوں کو ہلاک نہ کریں اور ایک دوسرے کو قتل نہ کریں' میں ان کی توبہ قبول نہیں فرماؤں گا - سدی کبیر کہتے ہیں یہ واقعہ بنی اسرائیل کے آپس میں لڑانے کے بعد کا ہے - اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ خطاب گو عام ہے لیکن حقیقت میں اس سے مراد وہی ستر شخص ہیں -

رازیؒ نے اپنی تفسیر میں ان ستر شخصوں کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے جینے کے بعد کہا کہ اے نبی اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں نبی بنا دے - آپ نے دعا کی اور وہ قبول بھی ہوئی لیکن یہ قول غریب ہے - موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سوائے ہارون علیہ السلام کے اور اس کے بعد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے کسی اور کی نبوت ثابت نہیں - اہل کتاب کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی دعا کے مطابق اللہ کو اپنی آنکھوں سے اسی جگہ دیکھا - یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ خود موسیٰ علیہ السلام نے جب دیدار باری کا سوال کیا تو انہیں منع کر دیا گیا - پھر بھلا یہ ستر اشخاص دیدار باری کی تاب کیسے لاتے؟ اس آیت کی تفسیر میں ایک دوسرا قول بھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام توراۃ لے کر آئے جو احکام کا مجموعہ تھی اور ان سے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے - اس پر عمل کرو اور مضبوطی کے ساتھ اس کے پابند ہو جاؤ تو وہ کہنے لگے کہ حضرت ہمیں کیا خبر' اللہ خود آ کر ظاہر ہو کر ہم سے کیوں نہیں کہتا؟ کیا وجہ ہے کہ وہ آپ سے باتیں کرے اور ہم سے نہ کرے؟ جب تک ہم اللہ کو خود نہ دیکھ لیں' ہرگز ایمان نہ لائیں گے' اس قول پر ان کے اوپر غضب الٰہی نازل ہوا اور ہلاک کر دیئے گئے - پھر زندہ کئے گئے پھر موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا کہ اب تو اس توراۃ کو تھام لو - انہوں نے پھر انکار کیا - اب کی مرتبہ فرشتے پہاڑ اٹھا کر لائے اور ان کے سروں کے اوپر معلق کر دیا کہ اگر نہ مانو گے تو یہ پہاڑ تم پر گرا دیا جائے گا اور تم سب پیس ڈالے جاؤ گے - اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد یہ جی اٹھے اور پھر بھی مکلف رہے یعنی احکام الٰہی ان پر پھر بھی جاری رہے - ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی یہ زبردست نشانی دیکھ لی' مرنے کے بعد زندہ ہوئے تو پھر تکلیف شرعی ان پر سے ہٹ گئی - اس لئے کہ اب تو یہ مجبور تھے کہ سب کچھ مان لیں - خود ان پر یہ واردات پیش آئی - اب تصدیق ایک بے اختیاری امر ہو گیا - دوسری جماعت کہتی ہے کہ نہیں بلکہ باوجود اس کے وہ احکام شرع کے مکلف رہے کیونکہ ہر عاقل مکلف ہے -

قرطبیؒ کہتے ہیں ٹھیک قول یہی ہے - یہ امور ان پر قدرتی طور سے آئے تھے جو انہیں پابندی شرع سے آزاد نہیں کر سکتے - خود بنی اسرائیل نے بھی بڑے بڑے معجزات دیکھے - خود ان کے ساتھ ایسے ایسے معاملات ہوئے جو بالکل نادر اور خلاف قیاس اور زبردست معجزات تھے باوجود اس کے وہ بھی مکلف رہے - اسی طرح یہ بھی ٹھیک قول ہے اور واضح امر بھی یہی ہے - واللہ اعلم -

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۵۷

ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور تم پر من و سلویٰ اتارا (اور کہہ دیا) کہ ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاتے رہو - انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا البتہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم

کیا کرتے تھے ○

یہود پہ احسانات الٰہیہ کی تفصیل: ☆☆ (آیت:۵۷) سابقہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ فلاں فلاں بلائیں ہم نے تم پر سے دفع کر دیں۔ اب بیان ہو رہا ہے کہ فلاں فلاں نعمتیں بھی ہم نے تمہیں عطا فرمائیں غَمَامٌ غَمَامَةٌ کی جمع ہے چونکہ یہ آسمان کو چھپا لیتا ہے اس لئے اسے غمامہ کہتے ہیں۔ یہ ایک سفید رنگ کا بادل تھا جو وادی تیہ میں ان کے سروں پر سایہ کئے رہتا تھا جیسے نسائی وغیرہ میں ابن عباسؓ سے ایک لمبی حدیث میں مروی ہے ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ ربیع بن انسؒ ابو مجلزؒ ضحاکؒ اور سدیؒ نے بھی یہی کہا ہے۔ حسنؒ اور قتادہؒ بھی یہی کہتے ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ بادل عام بادلوں سے زیادہ ٹھنڈک والا اور زیادہ عمدہ تھا۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں یہ وہی بادل تھا جس میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آئے گا۔ ابو حذیفہ کا قول بھی یہی ہے هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَٰئِكَةُ الخ اس آیت میں اس کا ذکر ہے کہ کیا ان لوگوں کو اس کا انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بادل میں آئیں۔ یہی وہ بادل ہے جس میں بدر والے دن فرشتے نازل ہوئے تھے۔

جو ''من'' ان پر اترا وہ درختوں پر اترا تھا۔ یہ صبح جاتے تھے اور جمع کر کے کھا لیا کرتے تھے۔ وہ گوند کی قسم کا تھا۔ کوئی کہتا ہے شبنم کی وضع کا تھا۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں اولوں کی طرح من ان کے گھروں میں اترتا تھا جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ صبح صادق سے لے کر آفتاب نکلنے تک اترتا رہتا تھا۔ ہر شخص اپنے گھربار کے لئے اتنی مقدار میں جمع کر لیتا تھا جتنا اس دن کافی ہو اگر کوئی زیادہ لیتا تو بگڑ جاتا تھا۔ جمعہ کے دن وہ دو دن کا لے لیتے تھے جمعہ اور ہفتہ کا اس لئے کہ ہفتہ ان کا بڑا دن تھا۔ ربیع بن انس کہتے ہیں من شہد جیسی چیز تھی جس میں پانی ملا کر پیتے تھے شعبیؒ فرماتے ہیں تمہارا یہ شہد اس ''من'' کا سترواں حصہ ہے۔ شعروں میں یہی ''من'' شہد کے معنی میں آیا ہے۔ یہ سب اقوال قریب قریب ہیں۔ غرض یہ ہے کہ ایک ایسی چیز تھی جو انہیں بلا تکلیف و تکلف ملتی تھی۔ اگر صرف اسے کھایا جائے تو وہ کھانے کی چیز تھی اور اگر پانی میں ملا لیا جائے تو پینے کی چیز تھی اور اگر دوسری چیزوں کے ساتھ مرکب کر دی جائے تو اور چیز ہو جاتی تھی لیکن یہاں ''من'' سے مراد یہی من مشہور نہیں۔

صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کھمبی ''من'' میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے۔ ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ ترمذی میں ہے کہ عجوہ جو مدینہ کی کھجوروں کی ایک قسم ہے۔ وہ جنتی چیز ہے اور اس میں زہر کا تریاق ہے اور کھمبی ''من'' میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے درد کی دوا ہے یہ حدیث حسن غریب ہے۔ دوسرے بہت سے طریقوں سے بھی مروی ہے۔ ابن مردویہ کی حدیث میں ہے کہ صحابہؓ نے اس درخت کے بارے میں اختلاف کیا جو زمین کے اوپر ہوتا ہے جس کی جڑیں مضبوط نہیں ہوتیں۔ بعض کہنے لگے کھمبی کا درخت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کھمبی تو من میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے۔ سلویٰ ایک قسم کا پرند ہے چڑیا سے کچھ بڑا ہوتا ہے سرخی مائل رنگ کا جنوبی ہوائیں چلتی تھی اور ان پرندوں کو وہاں لا کر جمع کر دیتی تھیں۔ بنی اسرائیل اپنی ضرورت کے مطابق انہیں پکڑ لیتے تھے اور ذبح کر کے کھاتے تھے۔ اگر ایک دن گذر کر بچ جاتا تو وہ بگڑ جاتا تھا اور جمعہ کے دن دو دن کے لئے جمع کر لیتے تھے کیونکہ ہفتہ کا دن ان کے لئے عید کا دن ہوتا تھا اس دن عبادتوں میں مشغول رہنے اور شکار وغیرہ سے بچنے کا حکم تھا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ پرند کبوتر کے برابر ہوتے تھے ایک میل کی لمبائی چوڑائی میں ایک نیزے کے برابر اونچا ڈھیر ان پرندوں کا ہو جاتا تھا۔ یہ دونوں چیزیں ان پر وادی تیہ میں اتری تھیں جہاں انہوں نے اپنے پیغمبر سے کہا تھا کہ اس جنگل میں ہمارے کھانے کا بندوبست کیسے ہوگا تب ان پر من و سلوی اتارا گیا اور پانی کے لئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی گئی تو پروردگار عالم نے فرمایا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو

عصا لگتے ہی اس سے بارہ چشمے جاری ہوگئے اور بنی اسرائیل کے بارہ ہی فرقے تھے۔ ہر قبیلہ نے ایک ایک چشمہ اپنے لئے بانٹ لیا پھر سایہ کے طالب ہوئے کہ اس چٹیل میدان میں سایہ بغیر گذر مشکل ہے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے طور پہاڑ کا ان پر سایہ کردیا' رہ گیا لباس تو قدرت الٰہی سے جو لباس وہ پہنے ہوئے تھے' وہ ان کے قد کے بڑھنے کے ساتھ بڑھتا رہتا تھا۔ ایک سال کے بچہ کا لباس جوں جوں اس کا قد وقامت بڑھتا' لباس بھی بڑھتا جاتا' نہ پھٹتا' نہ خراب ہوتا' نہ میلا ہوتا' ان تمام نعمتوں کا ذکر مختلف جگہ قرآن پاک میں موجود ہے جیسے یہ آیت اور اِذِا سْتَسْقٰی والی آیت وغیرہ۔

ہذلیؒ کہتے ہیں کہ سلویٰ شہد کو کہتے ہیں لیکن ان کا یہ قول غلط ہے۔ ثورجؒ نے اور جوہریؒ نے بھی یہی کہا ہے اور اس کی شہادت میں عرب شاعروں کے شعر اور بعض لغوی محاورے بھی پیش کئے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ایک دوا کا نام ہے۔ کسائیؒ کہتے ہیں' سلویٰ واحد کا لفظ ہے اور اس کی جمع سلاویٰ آتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جمع میں اور مفرد میں یہی صیغہ رہتا ہے یعنی لفظ سلویٰ۔ غرض یہ اللہ کی دو نعمتیں تھیں جن کا کھانا ان کے لئے مباح کیا گیا لیکن ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کی ناشکری کی اور یہی ان کا اپنی جانوں پر ظلم کرنا تھا باوجودیکہ اس سے پہلے بہت کچھ اللہ کی نعمتیں ان پر نازل ہو چکی تھیں۔

تقابلی جائزہ: ☆☆ بنی اسرائیل کی حالت کا یہ نقشہ آنکھوں کے سامنے رکھ کر پھر اصحابؓ رسول اللہ ﷺ کی حالت پر نظر ڈالو کہ باوجود سخت سے سخت مصیبتیں جھیلنے اور بے انتہا تکلیفیں برداشت کرنے کے وہ اتباع نبیؐ پر اور عبادات الٰہی پر جمے رہے' نہ معجزات طلب کئے' نہ دنیا کی راحتیں مانگیں' نہ اپنے تعیش کے لئے کوئی نئی چیز پیدا کرنے کی خواہش کی۔ جنگ تبوک میں جبکہ بھوک کے مارے بیتاب ہوگئے اور موت کا مزہ آنے لگا تب حضورؐ سے کہا کہ یارسول اللہ اس کھانے میں برکت کی دعا کیجئے اور جس کے پاس جو کچھ بچا کھچا تھا' جمع کر کے حاضر کردیا۔ جو سب مل کر بھی نہ ہونے کے برابر ہی تھا' حضورؐ نے دعا کی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے قبول فرما کر اس میں برکت دی انہوں نے خوب کھایا بھی اور تمام توشے دان بھر لئے' پانی کے قطرے قطرے کو جب ترسنے لگے تو اللہ کے رسولؐ کی دعا سے ایک ابر آیا اور ریل پیل کردی' پیا پلایا اور مشکیں اور مشکیزے سب بھر لئے۔ پس صحابہؓ کی اس ثابت قدمی' اولوالعزمی' کامل اتباع اور سچی توحید نے ان کی اصحاب موسیٰ علیہ السلام پر قطعی فضیلت ثابت کردی۔

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ
رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ
وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ
قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا
كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع ۱۲

ہم نے تم سے کہا کہ اس بستی میں جاؤ اور جو کچھ جہاں کہیں سے چاہو بافراغت کھاؤ پیو اور دروازے میں سے سجدے کرتے ہوئے گذرو اور زبان سے حطۃ کہو ہم تمہاری خطائیں معاف فرمادیں گے اور بھلے لوگوں کو اور زیادہ دیں گے ⊙ پھر ان ظالموں نے اس بات کو جو ان سے کہی گئی تھی' بدل ڈالا' ہم نے بھی ان ظالموں پر ان کے فسق ونافرمانی کی وجہ سے آسمانی عذاب نازل کیا ○

یہود کی پھر حکم عدولی: ☆☆ (آیت:۵۸-۵۹) جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے آئے اور انہیں ارض مقدس میں داخل ہونے کا حکم ہوا جو ان کی موروثی زمین تھی' ان سے کہا گیا کہ یہاں جو عمالیق ہیں' ان سے جہاد کرو تو ان لوگوں نے نامردی دکھائی جس کی سزا میں انہیں میدان تیہہ میں ڈال دیا گیا جیسے کہ سورۂ مائدہ میں ذکر ہے۔ قریہ سے مراد بیت المقدس ہے۔ سدیؒ' ربیعؒ' قتادہ' ابو مسلمؒ وغیرہ نے یہی کہا ہے قرآن میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا' اے میری قوم اس پاک زمین میں جاؤ جو تمہارے لئے لکھ دی ہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد ریحا ہے' بعض نے کہا ہے مصر مراد ہے لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے کہ مراد اس سے بیت المقدس ہے۔ یہ واقعہ تیہہ سے نکلنے کے بعد کا ہے۔ جمعہ کے دن شام کو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس پر فتح عطا کی بلکہ سورج کو ان کے لئے ذرا سی دیر ٹھہرا دیا تھا تا کہ فتح ہو جائے' فتح کے بعد انہیں حکم ہوا کہ اس شہر میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں۔ جو اس فتح کے اظہار تشکر کا مظہر ہوگا۔

ابن عباسؓ نے سجدے سے مراد رکوع لیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ سجدے سے مراد یہاں پر خشوع خضوع ہے کیونکہ حقیقت پر اسے محمول کرنا ناممکن ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں یہ دروازہ قبلہ کی جانب تھا اس کا نام باب الحطہ تھا۔ رازیؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ دروازے سے مراد جہت قبلہ ہے۔ بجائے سجدے کے اس قوم نے اپنی رانوں پر کھسکنا شروع کیا اور کروٹ کے بل داخل ہونے لگے' سروں کو جھکانے کے بجائے اور اونچا کر لیا۔ حِطَّةٌ کے معنی بخشش کے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ امر حق ہے۔ عکرمہؒ کہتے ہیں' اس سے مراد لا اله الا الله کہنا ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں' ان میں گناہوں کا اقرار ہے۔ حسنؒ اور قتادہؒ فرماتے ہیں' اس کے معنی یہ ہیں اللہ ہماری خطاؤں کو ہم سے دور کر دے۔ پھر ان سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ اگر تم اسی طرح یہی کہتے ہوئے شہر میں جاؤ گے اور اس فتح کے وقت بھی اپنی پستی اور اللہ کی نعمت اور اپنے گناہوں کا اقرار کرو گے اور مجھ سے بخشش مانگو گے تو چونکہ یہ چیزیں مجھے بہت ہی پسند ہیں' میں تمہاری خطاؤں سے درگذر کر لوں گا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر فرمان الٰہی سورۂ اِذَا جَآءَ نازل ہوئی تھی اور اس میں بھی یہی حکم دیا گیا تھا کہ جب اللہ کی مدد آ جائے' مکہ فتح ہو اور لوگ دین الٰہی میں فوج در فوج آنے لگیں تو اے نبی تم اپنے رب کی تسبیح اور حمد و ثنا بیان کرو' اس سے استغفار کرو۔ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اس سورت میں جہاں ذکر و استغفار کا ذکر ہے' وہاں حضورؐ کے آخری وقت کی خبر تھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے اس سورت کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا تھا جسے آپ نے فرمایا تھا جب مکہ فتح ہونے کے بعد حضورؐ شہر میں داخل ہوئے تو انتہائی تواضع اور مسکینی کے آثار آپ پر تھے' یہاں تک کہ سر جھکائے ہوئے تھے اونٹنی کے پالان سے سر لگ گیا تھا۔ شہر میں جاتے ہی غسل کر کے ضحیٰ کے وقت آٹھ رکعت نماز ادا کی جو ضحیٰ کی نماز بھی تھی اور فتح کے شکریہ کی بھی' دونوں طرح کے قول محدثینؒ کے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ملک ایران فتح کیا اور کسریٰ کے شاہی محلات میں پہنچے تو اسی سنت کے مطابق آٹھ رکعتیں پڑھیں' دو دو رکعت ایک سلام سے پڑھنے کا بعض کا مذہب ہے اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ آٹھ ایک ساتھ ایک ہی سلام سے پڑھیں۔ واللہ اعلم۔

صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' بنی اسرائیل کو حکم کیا گیا کہ وہ سجدہ کرتے ہوئے اور حطتہ کہتے ہوئے دروازے میں داخل ہوں لیکن انہوں نے بدل دیا اور اپنی رانوں پر گھسٹتے ہوئے اور حطتہ کی بجائے حبتہ فی شعر کہتے ہوئے جانے لگے۔ نسائی' عبدالرزاق' ابوداؤد' مسلم اور ترمذی میں بھی یہ حدیث بہ اختلاف الفاظ موجود ہے اور سنداً صحیح ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے۔ ذات الحنظل نامی گھاٹی کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ اس گھاٹی کی مثال بھی بنی اسرائیل کے اس دروازے جیسی ہے جہاں انہیں سجدہ کرتے ہوئے اور حِطَّةٌ کہتے ہوئے داخل ہونے کو کہا گیا تھا اور ان کے گناہوں کی معافی کا وعدہ کیا گیا تھا۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ میں سُفَهَاء یعنی جاہلوں سے

مراد یہود ہیں جنہوں نے اللہ کی بات کو بدل دیا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں حِطَّۃٌ کے بدلے انہوں نے حِنْطَۃٌ حَبَّۃٌ حَمْرَآءُ فِیْھَا شَعِیْرَۃٌ کہا تھا۔ ان کی اپنی زبان میں ان کے الفاظ یہ تھے ھطا سمعانا ازبۃ مزبا ابن عباسؓ بھی ان کی اس لفظی تبدیلی کو بیان فرماتے ہیں کہ رکوع کرنے کے بدلے وہ رانوں پر گھسٹتے ہوئے اور حِطَّۃٌ کے بدلے حنطۃ کہتے ہوئے داخل ہوئے۔ حضرت عطاؒ' مجاہدؒ' عکرمہؒ' ضحاکؒ' حسنؒ' قتادہؒ' ربیعؒ' یحییٰؒ نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس قول وفعل کا انہیں حکم دیا گیا تھا انہوں نے مذاق اڑایا جو صریح مخالفت اور معاندت تھی۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ظالموں پر ان کے فسق کی وجہ سے آسمانی عذاب نازل فرمایا۔ رجز سے مراد عذاب ہے' کوئی کہتا ہے غضب ہے' کسی نے طاعون کہا ہے۔ ایک مرفوع حدیث ہے طاعون رجز ہے اور یہ عذاب تم سے اگلے لوگوں پر اتارا گیا تھا۔ بخاری اور مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ دکھ اور بیماری رجز ہے تم سے پہلے لوگ انہی سے عذاب دیئے گئے تھے۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْہُ اثْنَتَا عَشْرَۃَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ کُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَھُمْ ؕ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰہِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۶۰﴾

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے کہا اپنی لکڑی پتھر پر مارو۔ جس سے بارہ چشمے بہہ نکلے اور ہر گروہ نے اپنا چشمہ پہچان لیا (اور ہم نے کہہ دیا کہ) اللہ تعالیٰ کا رزق کھاتے پیتے رہو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو ○

یہود پر تسلسل احسانات: ☆☆ (آیت: ۶۰) یہ ایک اور نعمت یاد دلائی جارہی ہے کہ جب تمہارے نبی نے تمہارے لئے پانی طلب کیا تو ہم نے اس پتھر سے چشمے بہادیئے جو تمہارے ساتھ رہا کرتا تھا اور تمہارے ہر قبیلے کے لئے اس میں سے ایک ایک چشمہ ہم نے جاری کرادیا جسے ہر قبیلہ نے جان لیا اور ہم نے کہہ دیا کہ من وسلویٰ کھاتے رہو اور ان چشموں کا پانی پیتے رہو' بے محنت کی روزی کھاپی کر ہماری عبادت میں لگے رہو' نافرمانی کر کے زمین میں فساد مت پھیلاؤ ورنہ یہ نعمتیں چھن جائیں گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' یہ ایک چکور پتھر تھا جو ان کے ساتھ ہی تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم اللہ وندی اس پر لکڑی ماری چاروں طرف سے تین تین نہریں بہ نکلیں۔ یہ پتھر بیل کے سر جتنا تھا جو بیل پر لاد دیا جاتا تھا۔ جہاں اترتے' رکھ دیتے اور عصا کی ضرب لگتے ہی اس میں سے نہریں بہ نکلتیں۔ جب کوچ کرتے' اٹھا لیتے' نہریں بند ہو جاتیں اور پتھر کو ساتھ رکھ لیتے۔ یہ پتھر طور پہاڑ کا تھا۔ ایک ہاتھ لمبا اور ایک ہاتھ چوڑا تھا۔ بعض کہتے ہیں یہ جنتی پتھر تھا' دس دس ہاتھ لمبا چوڑا تھا' دو شاخیں تھیں جو چمکتی رہتی تھیں۔ ایک اور قول میں ہے کہ یہ پتھر حضرت آدمؑ کے ساتھ جنت سے آیا تھا اور یونہی ہاتھوں ہاتھ پہنچتا ہوا حضرت شعیبؑ کو ملا تھا۔ انہوں نے لکڑی اور پتھر دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے تھے۔ بعض کہتے ہیں یہ وہی پتھر ہے جس پر حضرت موسیٰ اپنے کپڑے رکھ کر نہا رہے تھے اور بحکم الٰہی یہ پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگا تھا' اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت جبرائیل کے مشورہ سے اٹھا لیا تھا جس سے آپ کا معجزہ ظاہر ہوا۔

زمخشریؒ کہتے ہیں کہ حجر پر الف لام جس کے لئے ہے' عہد کے لئے نہیں یعنی کسی ایک پتھر پر عصا مارو یہ نہیں کہ فلاں پتھر ہی پر مارو۔ حضرت حسن سے بھی یہی مروی ہے اور یہی معجزے کا کمال اور قدرت کا پورا اظہار ہے' آپ کی لکڑی لگتے ہی وہ بہنے لگتا اور پھر دوسری لکڑی

لگتے ہی خشک ہو جاتا۔ بنی اسرائیل آپس میں کہنے لگے کہ اگر یہ پتھر گم ہو گیا تو ہم پیاسے مرنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لکڑی نہ مارو صرف زبانی کہو تا کہ انہیں یقین آ جائے۔ واللہ اعلم۔

ہر ایک قبیلہ اپنی اپنی نہر کو اس طرح جان لیتا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی پتھر کے پاس کھڑا رہ جاتا اور لکڑی لگتے ہی اس میں سے چشمے جاری ہو جاتے جس شخص کی طرف جو چشمہ جاتا وہ اپنے قبیلے کو بلا کر کہہ دیتا کہ یہ چشمہ تمہارا ہے' یہ واقعہ میدان تیہہ کا ہے۔ سورۂ اعراف میں بھی اس واقعہ کا بیان ہے لیکن چونکہ وہ سورت مکی ہے' اس لئے وہاں ان کا بیان غائب کی ضمیر سے کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو احسانات ان پر نازل فرمائے تھے' وہ اپنے رسول کے سامنے دوہرائے ہیں اور یہ سورت مدنی ہے اس لئے یہاں خود انہیں خطاب کیا گیا ہے۔ سورۂ اعراف میں فَانْبَجَسَتْ کہا اور یہاں فَانْفَجَرَتْ کہا اس لئے کہ وہاں اول اول جاری ہونے کے معنی میں ہے اور یہاں آخری حال کا بیان ہے۔ واللہ اعلم۔ اور ان دونوں جگہ کے بیان میں دس وجہ سے فرق ہے جو فرق لفظی بھی ہے اور معنوی بھی زمخشری نے اپنے طور پر ان سب وجوہ کو بیان کیا ہے اور حقیقت اس میں قریب ہے۔ واللہ اعلم۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّاۗىِٕهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۭ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ۭ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ۭ

اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم سے ایک ہی قسم کے کھانے پر ہرگز صبر نہ ہو سکے گا۔ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں زمین کی پیداوار ساگ' ککڑی' گیہوں مسور اور پیاز دے' آپ نے فرمایا بہتر چیز کے بدلے یہ ادنیٰ چیز کیوں طلب کرتے ہو' اچھا کسی شہر میں جاؤ۔ وہاں تمہیں تمہاری چاہت کی یہ سب چیزیں ملیں گی۔

احسان فراموش یہود: ☆☆ (آیت:۶۱) یہاں بنی اسرائیل کی بے صبری اور نعمت اللہ کی ناقدری بیان کی جا رہی ہے کہ من وسلویٰ جیسے پاکیزہ کھانے پر ان سے صبر نہ ہو سکا اور ردی چیزیں مانگنے لگے' ایک طعام سے مراد ایک قسم کا کھانا یعنی من وسلویٰ ہے۔ فُوْم کے معنی میں اختلاف ہے' ابن مسعودؓ کی قرات میں ثُوْم ہے' مجاہدؒ نے فُوْم کی تفسیر ثوم کے ساتھ کی ہے یعنی لہسن' حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہ تفسیر مروی ہے۔ اگلی لغت کی کتابوں میں فَوِّمُوْا لَنَا کے معنی اِخْتَبِزُوْا یعنی ہماری روٹی پکاؤ کے ہیں' امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں' اگر یہ صحیح ہو تو یہ حروف مبدلہ میں سے ہیں جیسے عَاثُوْرُشَرٍّ' عَافُوْرُشَرٍّ' اَثَاثِی' اَثَافِی' مَغَافِیْر' مَغَاثِیْر وغیرہ جن میں ف سے ث اور ث بدلا گیا کیونکہ یہ دونوں مخرج کے اعتبار سے بہت قریب ہیں۔[1] واللہ اعلم۔ اور لوگ کہتے ہیں فُوْم کے معنی گیہوں کے ہیں' حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے اور احیحہ کے شعر میں بھی فُوْم گیہوں کے معنی میں آیا ہے۔ بنی ہاشم کی زبان میں فوم گیہوں کے معنی میں مستعمل تھا۔ فوم کے معنی روٹی کے بھی ہیں' بعض نے سنبلہ کے معنی کئے ہیں۔

حضرت قتادہؒ اور حضرت عطاؒ فرماتے ہیں جس اناج کی روٹی پکتی ہے' اسے فوم کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں فوم ہر قسم کے اناج کو کہتے ہیں' حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو ڈانٹا کہ تم ردی چیز کو بہتر کے بدلے کیوں طلب کرتے ہو؟ پھر فرمایا شہر میں جاؤ' وہاں یہ سب چیزیں پاؤ گے۔